

الکتاب 7

ماہنامہ

دارالعلوم

مدیر

حبیب الرحمن قاسمی

دَارُ الْعِلْمِ دَارُ الْيُوسُفِ كَلَامُ الْجَمَانِ

دارالعلوم دیوبند

ماہنامہ

ماہ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۸۹ء

جلد ۴۷ || شمارہ ۱ || فی شمارہ ۴۷ || سالانہ ۴۷

نگران: حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند
مدیر: مولانا حبیب الرحمن صاحب قاسمی

سالانہ بدل اشتراک غیر ممالک سے

۱۷۵/- سعودی عرب، افریقہ، برطانیہ، امریکہ، کناڈا وغیرہ سے

۹۰/- پاکستان سے ہندوستانی رقم ۸۰/- پاکستانی رقم

۶۰/- بنگلہ دیش سے ہندوستانی رقم

○ سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپکا زر تعاون ختم ہو گیا ہے

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	نگارش	نگارش نگار	نمبر صفحہ
۱	حرفِ آغاز	مولانا حبیب الرحمن صاحب قاسمی	۳
۲	منتشر قین اور تیر نبویؐ	ڈاکٹر ماجد علی خاں	۷
۳	ایک دینی سفر کے تاثرات	مولانا ذوالفقار احمد صاحب	۱۱
۴	ایک مرد بیمار کی موت	مولانا نور عالم خلیل امینی	۲۱
۵	فنِ بلاغت کا امام عبدالقادر جیلانی	شاہد القاسمی ریسرچ اسکالر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ	۳۸
۶	اجودھیا کی چند یادگار اسلامی شخصیتیں	مولانا حبیب الرحمن صاحب قاسمی	۴۳

ہندوستانی و پاکستانی خریداروں سے ضروری گزارش

- ۱۔ ہندوستانی خریداروں سے ضروری گزارش ہے کہ ختم خریداری کی اطلاع پا کر اول فرصت میں اپنا چندہ نمبر خریداری کے حوالے سے مئی آرڈر روانہ کریں۔
- ۲۔ پاکستانی خریدار اپنا چندہ مبلغ ۹۰ روپے مولانا عبدالستار صاحب ہستم جامعہ عربیہ محمودیہ دادو والا براہ شجاع آباد ملتان پاکستان کو بھیج دیں۔
- ۳۔ خریدار حضرات پتہ پر درج شدہ نمبر محفوظ فرمالیں خط و کتابت کے وقت خریداری نمبر ضرور لکھیں۔

والسلام

منیجی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

حرفِ اعجاز

حبیب الرحمن قاسمی

ہندوستان کی تقسیم نے جہاں مسلمانوں کے حصے بخرے کر دیئے وہیں بہت سے نئے اور سنگین مسائل سے بھی انھیں دوچار کر دیا۔ چنانچہ مسئلہ میں سب سے بڑا مسئلہ جان، مال اور آبرو کی حفاظت کا کھڑا ہوا۔ اور وہ برابر بڑھتا چلا گیا حتیٰ کہ اس نے اقتصادی، سیاسی اور کاروباری زوال کی شکل میں پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ پھر بھی کیسی عجیب بات ہے کہ ہندوستان کا مسلمان زندہ ہے اور اتنا زندہ ہے کہ فرقہ پرست طاقتوں کو اپنی مسلم دشمن پالیسیوں پر نظر ثانی کرنی پڑی۔ چنانچہ حالات نے کروٹ بدلی تو ہم دیکھ رہے ہیں کہ اب مسلمان سے زیادہ خود اسلام نشانہ پر ہے اور مختلف شکلوں میں ہے۔ اب اگر مسلمانوں پر بھی حملہ ہے تو ان کی جان، مال اور آبرو سے بڑھ کر ان کے ایمان و عمل پر دھاوا بولا جا رہا ہے تاکہ نہ رہے بالنس نہ بچے بالنسری۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ راجستھان، آگرہ، ماتھرس اور علی گڑھ کے دیہاتوں میں تقریریں، پمفلٹ اکتاہیں، جلسے

اور مذہبی تقریبات کے ذریعہ مسلم برادریوں کو برادری کے نام پر ہندو مذہب میں داخل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور یہ کوشش بہت منظم طور پر جاری ہے حتیٰ کہ ان کی عزت، بیماری اور مجبوریوں کو بھی فرقہ پرست عناصر ایمان کی تبدیلی کے لئے استعمال کر رہے ہیں، مگر یہ حملے اسی وقت تک کارگر رہیں گے جب تک پڑھا لکھا طبقہ ان جاہل دیہاتیوں کو سہارا دینے کے لئے آگے نہیں آتا۔ اس لئے اگر ان کے بچوں کو دینی تعلیم دی جائے اور ان کے مردوں، عورتوں کو معمولی مذہبی تربیت دینے کا انتظام کر دیا جائے تو یہ علاقے اب بھی محفوظ ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں جہاں مسلمان بیدار ہو گئے ہیں وہاں کی برادریاں محفوظ ہو گئی ہیں۔

اس قسم کے جو لوگ اسلام پر حملہ آور ہیں ان کا بڑا طبقہ عدالتوں کے اندر بھی ہے اور باہر بھی۔ وہ کہیں قرآن پر کہیں اذان پر اور کہیں ڈاڑھی پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی طبقہ ہے جس نے مطلقہ عورت کے گزارے کے نام پر پورے مسلم پرسنل لا کو داؤ پر لگا دیا۔ اور علاوہ ازیں بچوں کی پرورش اور وراثت کے نام پر حقیقی اور غیر حقیقی اولاد کو برابر کرنے کے لئے فیصلے دے رہا ہے۔ یہی اسلام دشمن طبقہ نصاب کی کتابوں میں اسلام کے خلاف پیغمبر اسلام اور ان کی تعلیمات کے خلاف براہِ برز ہر گھولتا رہتا ہے یا اخبارات و رسائل میں مضامین لکھ لکھ کر مسلمانوں کو مشکوک، غیر مسلموں کو مخالف بنانے اور سیکولر طاقتوں کو پشیمان کرنے کی مسلسل جدوجہد کر رہا ہے۔

مسلم دشمنی کا ایک نیا روپ اور ظاہر ہوا ہے کہ مسلم عبادت گاہوں پر قبضہ کر کے اکھنیں مندروں میں تبدیل کر دیا جائے جیسا کہ باہری مسجد اجودھیا میں ہو چکا ہے اور اب ممبئی، بنارس، سنبھل، جوہنپور، بجنور، بدایوں، جالور،

برندابن وغیرہ مقامات کی مساجد، عید گاہ وغیرہ کے خلاف تخریب کاری کی کوششیں جاری ہیں۔ عوام اور حکومت کو گمراہ کرنے کے لئے جھوٹے اور مکروہ پروپیگنڈے ہر سطح پر کئے جا رہے ہیں۔ اس طرح ہمارے ہندوستان کا مسلمان چاروں طرف سے مسائل میں گھرا ہوا ہے بلکہ مسلمان ہی نہیں خود اسلام بھی نزع میں آ گیا ہے۔

ادھر چند سالوں سے ان مسلم دشمن طاقتوں نے سیاسی طور پر بھی اپنا دباؤ بڑھا دیا ہے۔ اور ایک نئی اسکیم کے تحت براہ راست مسلمانوں اور ان کے مذہبی شعائر و آثار پر حملہ کرنے کے ساتھ ہندوستان کی سیکولر اور جمہوری حیثیت کو ختم کر کے ملک کو ہندو اسٹیٹ بنانے کی تگ و دو میں مصروف ہیں۔ اپنے اس مقصد کو بروئے کار لانے کے لئے وہ ہندو عوام کو طرح طرح سے جھانسنے دے رہی ہیں۔ اور انتہائی غلط پروپیگنڈوں کے ذریعہ انھیں اپنے ساتھ متحد و منظم کر رہی ہیں۔ حالات و واقعات بتاتے ہیں کہ ان کی یہ کوششیں بڑی حد تک کامیاب ہے۔ یہ صورت حال ہندوستان میں آباد اقلیتی اکائیوں کے لئے خطرناک ہونے کے ساتھ خود ملک کی سالمیت، اس کی وحدت اور عظمت کے لئے بھی ایک کھلا چیلنج ہے۔ اس لئے یہ نازک ترین مسئلہ یہاں کی غیر ہندو اقلیتوں کے ساتھ خود حکومت وقت کی بھی توجہ کا انتہائی محتاج ہے لیکن

ان کا جو فرض ہے وہ اہل سیاست جانیں

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

اس صورت حال سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خدا کے دربار میں ہندوستان کے

عام باشندوں کیلئے کوئی نیا فیصلہ ہونے والا ہے۔ کیونکہ تاریخ میں جب بھی کوئی قوم

ایک مرد بیمار کی موت

مولانا نور عالم خلیل امینی استاذ ادب بی وائیڈیٹر "الداعی" دارالعلوم دیوبند

یہ تحریر مضمون نگار نے عربی میں الداعی کے ادارتی نوٹ کے طور پر لکھی تھی، افادیت کے پیش نظر اس کا اردو ترجمہ نذر ناظر بنایا جا رہا ہے۔

آخرش ایران کا وہ مرد بیمار ہمیشہ کی نیند سو گیا جس کو پیرانہ سالی، طرح طرح کی بیماریوں، شکست خوردگی کے احساس، خوابوں کی ناکامی، آرزوؤں کی تشنہ کامی اور اس کے انقلاب کی بیرون ملک برآمدگی، نیز عراق اور مقامات مقدسہ پر قبضہ اور ان پر ڈوسی اور اسلامی ملکوں کا چراغ گل کرنے کی ناکام تمنائے نڈھال اور مجسمہ غم و آلام بنادیا تھا جنہیں وہ مرد بیمار کافر سمجھتا تھا۔

ایرانی انقلاب کے قائد آیت اللہ روح اللہ خمینی ۳۱ جون ۱۹۸۹ء کو کم و بیش ۸۷ سال کی عمر میں موت و حیات کی کشمکش سے ایک عرصہ تک دوچار رہنے کے بعد مر گئے۔ اور ۱۸/۷/۱۹۸۹ء کو سلامتی کونسل کی قرارداد ۵۹۸ کو قبول کر کے ادرا ایران و عراق کے مابین طویل جنگ کی بندش کی منظوری دے کر جس زہر ہلاہل کا جام بغول خود اٹھوں نے نوش کیا تھا اس کے بعد وہ دس ماہ سے زیادہ نہ جی سکے، کیونکہ وہ زہر ان کی عام صحت ادران کی اس روح پر بڑی طرح اثر انداز ہو کر رہا جو غرور و تکبر اور استبداد کا معجون مرکب تھی۔

زندگی کے آخری سالوں میں وہ تنہائی کی زندگی گزارنے اور اپنے خول میں رہنے پر مجبور ہو چکے تھے، خصوصاً فائز بندی کے بعد سے۔ جلسوں اور تقریبات میں شرکت سے گریز کرنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ ماہِ محرم ۱۳۸۷ھ کے موقع پر اپنے لوگوں کو وہ روایتی پیغام بھی نہ دے سکے جو وہ ہر سال بلا ناغہ دیا کرتے تھے۔ نہایت اہم اور خصوصی تقریبات کے علاوہ وہ کبھی دکھائی نہیں دیتے تھے، حتیٰ کہ فروری ۱۹۸۹ء میں انقلاب کی دسویں سالگرہ کے موقع پر صرف چند لمحوں کے لئے نظر آئے اور وہ بھی زخموں سے چورا در غم سے مدد و شش اور کبھے کبھے دکھائی دیے۔ ان آخری سالوں میں وہ گھر کے قیدی ہو گئے تھے۔ اور اپنے فرزند احمد کے قبضہ میں رہنے لگے تھے، جو ان کے گھر، آفس اور سارے امور کے منتظم تھے۔ اور بڑی چھان بین کے بعد ہی کسی کو ان سے ملنے دیتے تھے۔

حنینی ایک چالاک اور نشاطِ معاصر شیعہ تھے، انھوں نے اثنا عشری شیعہ کی ذہنیت کا اور امامت کے سلسلہ میں ان کے عقیدہ اور یہ کہ امامت نبوت سے بالا تر شئی ہے۔ اور حکومت و اقتدار دراصل ائمہ کا حق ہے، کا بغور مطالعہ کیا۔ اور اس عقیدہ کی اہمیت اور اس کی تدریسی کارندہ لگانے کے بعد، انھوں نے اس کا رنگ چو لھا کرنے اور اس پر سان چڑھانے کی کوشش کی۔ اور شیعوں کو باور کرایا کہ حکومت و اقتدار چونکہ ائمہ کا حق ہے اور آخری امام (امام غائب اور مہدی منظر) کے ظہور پر ہزاروں سال بھی گزر سکتے ہیں۔ اس لئے جب تک وہ ظاہر نہ ہوں اس وقت تک ضروری ہے کہ قوم کا کوئی فقیہ اس مسئلہ میں ان کی نیابت کے فرائض انجام دے۔ اور ظاہر ہونے کے بعد عدل و انصاف، امن و امان کے قیام، انسانوں کی تربیت اور ظلم و نا انصافی کی بیخ کنی کی جو خدمت وہ انجام دیں گے اسے انجام دینے کے لئے مکمل بستہ ہونا چاہیے۔ انھوں نے اس نیابت کو "ولایت فقیہ" کا ایک دلچسپ نام دیا اور یہ باور کرایا کہ اس منصب کی ذمہ داری نباہنا اس شخص پر فرض ہے جو اپنے اندر اس کی اہلیت اور قدرت محسوس کرتا ہو۔ ظاہر ہے کہ

اس اہلیت کا حامل اور امام منتظر کی نیابت کا سزا داران سے بڑھ کر کون ہو سکتا تھا جن کو اس مبارک نظریہ کا الہام ہوا اور راہِ صواب کی راہنمائی کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان کی نصیب دہی نے ان کو سمجھا یا کہ وہ اس مشن کو انجام اور حکومت و اقتدار اور سربراہی کی اپنی خواہش کو تسکین دیں، اس طرح ان کو شہرت بھی ملے گی، عوامی مقبولیت بھی اور عقیدت و قدر افزائی بھی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کو اسی راہ سے لعنت اور بد قسمتی ملنے والی تھی۔

اس کے بعد ہی وہ شاہِ ایران رضا محمد پہلوی کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے، اور ان سے ٹکرائی شروع کر دیا۔ یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ جینی کے طرزِ عمل کی مذمت کا مطلب شاہ کی طرزِ عمل کی تخریف نہیں ہے (۱۹۶۳ء میں انھوں نے ان کے خلاف ایک عام بغاوت کی قیادت کی اور یہ باد کرایا کہ وہ استبداد شاہنشاهی، عوام پر ظلم و ستم، آلہ فساد، مظلوموں کو پیسے، ان کا ناطقہ بند کرنے، ہر طرح کی آزادی پر بندش لگانے اور خواہشات کی دیوی پر بے گناہوں کو بھینٹ چڑھانے کی واضح علامت شاہ رضا محمد پہلوی کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ اور عدل و انصاف، آزادی، خوش حالی، امن و سلامتی اور ایک ایسی حکومت کے قیام کے لئے کوشاں ہیں جس کی بنیاد دستور کی ہوگی۔ اور جس میں وہ ساری مظلوم خصوصیتیں ہوں گی جو ایک اسلامی حکومت میں ہونی چاہیے۔

اس کے نتیجہ میں ان کے خلاف پھانسی کا حکم صادر ہوا۔ وہ ایران سے بھاگ کھڑے ہوئے اور عراق میں پناہ لی۔ وہاں وہ نجف میں پندرہ برس رہے۔ اس کے حوالہ نعمت سے اپنا رزق مقسوم کھاتے اور اس کی بخشاؤں سے متمتع ہوتے رہے۔ ۱۹۷۸ء میں وہ فرانس چلے گئے، جہاں سے انھوں نے شاہ کے خلاف سازش کے تانے بانے مکمل کئے۔ اور آتش انقلابِ فردزاں کی۔ ۱۹۷۹ء میں شاہ کو معزول کر کے ایران سے ہمیشہ کے لئے چلے جانے پر مجبور کر دیا۔ اور دیا بر غیر اور پردیس میں بھی ان کو جینا تو درکنار چلن سے مرنے بھی نہ دیا۔ یہ سب کچھ

انہوں نے بڑی طاقتوں کے سہارے کیا جمعوں نے ان کے لئے انقلاب کی راہ ہموار کی، دُشمنی ایسے ہزاروں انسان بھی شاید شاہ کو گرانے میں از خود کامیاب نہ ہوتے، شاہ کے ایران سے چلے جانے کے دو ہفتے بعد وہ پیرس سے ایران آ گئے۔ اور حکومت و اقتدار کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لے کر عملی طور پر "ولایت فقیہ" کے منصب کا "بارگراں" اپنے کندھے پر لے کر "سعادت عظمیٰ" حاصل کی۔

آپ یقیناً پوچھیں گے کہ اس کے بعد ایران میں کیا ہوا؟ تو جواب یہ ہے کہ وہ کچھ ہوا جسے سارا عالم جانتا ہے، جسے تاریخ نے ریکارڈ کر لیا ہے، اور جس سے ایران برباد ہوا۔ اس کی جگہ ہنسالی ہوئی، اس کی رونق جاتی رہی، اقتصادیات تہس نہس ہوئی، سوچنے والی عقول اور کام کرنے والے ہاتھوں سے محروم ہو گیا۔

ایڈوارڈ موبلیہ نے اپنی کتاب "ایران بارود خانہ" شائع شدہ ۱۹۸۱ء کے صفحہ ۱۸۸ پر لکھا ہے کہ:-

"آزادی رائے اور آزادی اظہارِ شہنشاہی دور میں بنیادی مطالبے تھے۔ خمینی نے اپنی ایران واپسی کے وقت ہی پریس کی آزادی بحال کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن ہوا یہ کہ حکمران جماعت اور اقتدار اعلیٰ کی ترجمانی نہ کرنے والے سارے اخبارات رسائل اور مطبوعات پر مکمل پابندی عائد کر دی گئی۔"

"آزادی رائے و اظہار کی اس پابندی پر بس نہیں کیا گیا، بلکہ پاسداران انقلاب کے ذریعہ خمینی کی وصیتوں کو عملی جامہ پہنانے کے نتیجہ میں تقریباً پچاس اخبارات و رسائل بند ہو گئے، باقی ماندہ اخبارات و رسائل انقلاب کا بھونپو بن کر رہ گئے۔"

اقتدار کے بعد خمینی نے اصفہان میں فضائی افواج کو ۱۹/۹/۱۹۸۹ء کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ضروری ہے کہ تم سب "ولایت فقیہ" کی پیروی کرو۔ ورنہ تمہیں صفحہ وجود سے مٹا دیا جائے گا۔"

”پریس کی آزادی اور پارٹیوں کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کرنے کے بعد جینی نے ان سارے لوگوں کو نظر انداز کرنا شروع کیا جو اسی نام نہاد اسلامی جمہوریہ کے جھنڈے تلے جمع نہ ہو سکے۔ چنانچہ ۲۴/۸/۱۹۷۹ء کو قم میں ایک خطاب میں انھوں نے فرمایا: اسلامی جمہوریہ کی حفاظت میں جو لوگ پس و پیش کریں گے ہم ان کے ساتھ منافقوں کا سا معاملہ کریں گے اور ان پر ٹوٹ پڑیں گے۔“

”ملک پر اپنے کنٹرول کے بعد ہی انھوں نے اپنے مخالفین کو دھمکی دینا شروع کر دی۔ ۲۲/۱۰/۱۹۷۹ء کو ایک خطاب میں ارشاد فرمایا:-

”اے مخالفو! میری تم لوگوں کو وصیت ہے اجتماعات منعقد کرنے، بکواس کرنے اور پمپلٹس تقسیم کرنے سے یکسر پرہیز کرو، جرأت کے ساتھ میدان میں کیوں نہیں آتے، یاد رکھو تم کہیں پھنسی پر سیدھ کر دیں گے۔“

ان سارے پڑھے لکھے لوگوں، عقلمندوں، دانشوروں، قائدین، علماء اور لیڈروں کو پھانسی دینے اور ذبح کرنیکا سلسلہ شروع ہوا جنھوں نے ان سے کھوڑا یا بہت اختلاف کیا۔ چنانچہ چالیس ہزار سے زائد لوگوں کو قتل کر دیا گیا۔ لاکھوں کو ملک بدر کر دیا گیا اور لاکھوں کو ذلیل و رسوا کر کے وہ اذیت ناک سزائیں دی گئیں کہ قلم کو بیان کا یارا نہیں، حتیٰ کہ انقلاب ایران، خوریزی، پھانسی، مقتل اور عذاب گاہ کا مترادف بن گیا۔

جینی صاحب نے ایران کو دہشت گردی کی تجربہ گاہ اور دہشت ساز کارخانہ بنائیں کر دیا۔ اور ایرانی فوجیوں، فزیب خوردہ اور اپنے دام ہم رنگ زمین میں پھنسائے ہوئے غیر ایرانی فوجیوں کو دہشت گردی، خوف و ہراس پھیلانے، قتل و غارتگری، لوٹ مار، انتشار و بدمعاشی، فتنہ و فساد کرنے اور طرح طرح کے بحرانوں اور مشکلات کی ایران اور بیڑ و سی علاقوں اور دیگر اسلامی و غیر اسلامی ملکوں میں کاشت کرنے کی تربیت دی۔ انھیں حکومتوں کے خلاف بغاوت کرنے پر آمادہ کیا۔ تمام نظاموں اور تنظیموں کے

خلافت بھڑکا یا، بے گنا ہوں کو اغوا کرنے اور انھیں یرغمال بنانے کی تعلیم دی۔ اور
 ”پاسداران انقلاب“ کے نام سے ایک ایسی خوگر جرم و ستم لٹلی کی تشکیل کی جس کی مثال
 اسرائیل کے علاوہ کہیں نہیں ملتی۔ یہ چغلیخوروں، منافقوں، قاتلین، ماہرین فتنہ و فساد کی ایک
 ایسی لٹلی تھی جس کے دور اقتدار کے ایک دن کی شرارتوں اور مظالم کو اگر شاہ محمد رضا
 پہلوی کی طویل حکمرانی کے سارے عیوب و مظالم کے پہلو میں رکھا جائے تو یہ بیچ ثابت
 ہوں گے۔ ایرانی عوام شاہی ”سفاک“ کو بیکھنت بھول گئے، کیونکہ انھیں اچانک اس
 طرح کے ہزاروں سفاکوں سے سابقہ پڑا جو اس سے کہیں زیادہ سخت، تلخ اور بدتر تھے۔
 خمینی صاحب کی انتہائی مذموم خصلت تھی کہ انھوں نے صفایا کرنے، ملک بدر کرنے
 اور ظلم و جور کا نشانہ بنانے کے لئے سب سے پہلے اپنے محسنوں اور مقررین کا انتخاب کیا بشرطیکہ ای
 رجھوں نے ان کے اجتہاد کے مقام پر فائز ہونے کی دستاویز پر دستخط کئے جس کے
 نتیجہ میں وہ، خمینی، ۱۹۶۳ء میں اپنے خلافت صادر ہونے والے پھانسی کے حکم سے وقتی
 طور پر بچ نکلے، جبکہ اکثر علماء نے اس پر دستخط کرنے سے گریز کیا، کیونکہ یہ واقع
 کے خلافت تھا) سے لے کر ابوالقاسم خوئی، شیخ خاقانی، آیت اللہ طالعائی، علی رہائی،
 ابو نارا اور آیت اللہ حسین علی منتظری تک ان لوگوں کی طویل فہرست ہے جنھیں انکے
 مشفقانے ستم کا نشانہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ جبکہ یہی لوگ ان کے مقربین بارگاہ
 کے قافلہ سالار تھے۔ آخر الذکر کو خمینی نے اپنا جانشین منتخب کیا، مگر اپنے فرزند خورد
 احمد خمینی کی رقیبانہ چشمک کی وجہ سے انھوں نے ان کو اس عہدہ سے ذلت کے ساتھ
 برخواست کر دیا۔

خمینی کے فرقہ وارانہ اور ظاہر و باطن دونوں اعتبار سے شیعہ انقلاب کے بعد سے
 ایرانی نظام اپنے منی لفوں کو ایک لمحہ برداشت نہ کرینوالے ایسے آہنی پنجہ اور سخت گیر
 نظام میں تبدیل ہو گیا جس کی نظیر سے ایران کا ماضی قریب و بعید دونوں نا آشنا تھے۔

جس کا شعارِ ناکارہ انتظامیہ، نااہل حکمرانی، رشوت ستانی، اقربا و مقربین پروری، اقتدار کی رسکشی اور حکومت کے کارندوں کے مابین کینہ و بغض، خود پسندی و دشمنی اور بیزاری کا تبادلہ تھا، اس طرح یہ نظام حکومت شاہ رضا محمد پہلوی کی حکومت اور معاصر دنیا میں رونما ہونے والے انقلابوں اور بغاوتوں کے بدترین عیوب کا مخلوط ثابت ہوا۔ جس نے بھی جینی کی طرف دست تعاون بڑھایا اس کو ان کی طرف سے احسان ناشناہی کے بدترین مظاہر کا سامنا کرنا پڑا۔ ملک بدری کے سالوں میں عراق نے انھیں پناہ دی، انکی فیاضانہ اور شریفانہ میزبانی کی اور انھیں پندرہ سال اپنے دامنِ عافیت میں جگہ دی، لیکن جب وہ صحیح سالم دونوں ہاتھوں میں لٹولے ہوئے تہران واپس آئے تو اس کے سلسلہ میں بدسلوکی اور احسان فراموشی کا بدترین مظاہرہ کیا، اور اس کی وفاداری کا جفاکاری سے اور احسان کا بدلہ دشمنی سے دیا، اپنے ملعون انقلاب کو اس کی طرف برآمد کرنے کی کوشش کی، اس کے علاقوں کو بموں، آتش گیر مادوں اور بارودوں سے بھر دیا۔ اور اس کے ساتھ ایسی طویل جنگ لڑی کہ جس کے نتیجے میں ایران اور عراق دونوں دیوالیہ بن گئے۔ اور یہ سارا خطر ارضِ مقتولوں، زخمیوں، یواؤں، پابجوں، مسخ شدہ انسانی جسموں، مصیبتوں، آفتوں، آلسوؤں، آہوں، کراہوں، غم و اندوہ اور فقر و افلاس، بھوک و پیاس، خوف و ہراس اور خون اور لاشوں سے پٹ گیا۔

فرانس نے خوف کے وقت انھیں امن دیا اور سیاسی سرگرمی کا موقع فراہم کیا، ان کے مشن کو آسان بنایا، اس طرح وہ شاہ کو سرنگوں کرنے، انھیں ملک بدر کرنے اور ایران میں اپنے ناپاک انقلاب کا دھماکہ کرنے، انسانی جانوروں اور سردوں کی "پکی ہوئی فصل" کاٹنے میں کامیاب ہو سکے۔ لیکن وطن پہنچ کر انھوں نے اس کے ساتھ کٹر دشمنی کا مظاہرہ کیا۔

دنیا کے اخبار نویسوں، پڑھے لکھے لوگوں اور سیاسی تجزیہ نگاروں میں کون

ایسا ہے جو (سوویت یونین کے بڑھتے ہوئے اثرات کو کم کرنے کیلئے، سوچے سمجھے پروگرام کے تحت) شاہ کو ہٹانے کے سلسلہ میں زمین ہموار کرنے اور خمینی کو سگنل دینے کے معاملہ میں امریکی کردار سے ناواقف ہو۔ کیونکہ امریکا کا ان سارے ملکوں کے سلسلہ میں جس میں وہ کسی طرح کا کردار ادا کرتا ہے (اور کونسا ملک ہے جہاں اس کا سیاسی وجود نہ ہو) اور وہاں کے عوام کی قسمت پر اپنی گرفت رکھتا ہے یہ رویہ رہا ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ فلاں سربراہ کا زمانہ لہ چکا ہے، عوامی مقبولیت کی اس کی بیڑی خالی ہو چکی ہے، اب وہ وقت اور ماحول کے تقاضے کو پورا کرنے کے لائق نہیں رہا اور امریکی مفاد کے نئے مطلوبہ کردار کی ادائیگی میں ناکام سا ہو چلا ہے یا زیادہ نافع نہیں رہ گیا ہے یا وفاداری کے باوجود تقاضا ہائے الفت کو پورا کرنے کی صلاحیت سے بالقصد نہ ہی مجبوراً غاری ہوتا جا رہا ہے۔ تو اس کو شرطیج کے مہرہ کی طرح ہٹا کر اس کی جگہ دوسرے شخص کو فٹ کر دیتا ہے، خصوصاً جب وہ دیکھتا ہے کہ ہوا کارخ اسی کی طرف ہے۔

لیکن خدائے حکیم و علام الغیوب نے آخر میں ان کو رسوا کیا، اور اس ڈرامہ کے سلسلہ میں ان کی نقاب کشائی کی، وہ ڈرامہ جو انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے مفادات کی دشمن طاقتوں کے خلاف دشمنی کے مظاہرہ کے لئے اسٹیج کیا تھا، چنانچہ ہزاروں دلائل اور دستاویزات نے روز روشن کی طرح ان کے بعد اسرائیل و امریکا کے مابین تعلقات کو عیاں کر دکھایا، یہ تعلقات و تعاون اسرائیل و امریکا کے ساتھ بلا واسطہ اور بالواسطہ اسلحے کے معاملوں کی شکل میں سامنے آئے جن کی مالیت ۵۰ ۲۰ بلیاردالر سے زائد تھی۔ نیز اسرائیل کے ان سارے رویوں اور پالیسیوں میں رد و نما ہوئے جن سے ایران کی واضح طور پر تائید ہوتی تھی۔ ایران و عراق جنگ کے مناظر میں اسرائیل نے عراق کی ایٹمی بھٹی پر بمباری کی۔ دوسری طرف خمینی نے لبنان میں پناہ گزین فلسطینیوں کے

خلاف اپنے دہشت گردوں کے ذریعہ قتلانہ کارروائی کی، اور فلسطینی کار کے لئے کسی بھی طرح کی تائید اور تعاون سے ہمیشہ مکمل طور پر پرہیز کرتے رہے۔

جینی نے اپنے متضاد رویوں سے ساری دنیا کو حیرت و استعجاب کی کشمکش میں مبتلا رکھا (ویسے باطل کا امتیاز ہی متضاد رویہ ہوا کرتا ہے) چنانچہ ہر چند کہ وہ امریکا سے دشمنی کا مظاہرہ کرتے اور اسے شیطانِ اکبر کے لقب سے سرفراز فرماتے رہے اور قدس تک جانے کے عزم کا پروپیگنڈہ کرتے رہے اور بے مثال بے حیائی اور ڈھٹائی کے ساتھ اپنے انقلاب کو اسلامی و مشرقی نہ مغربی (آفاقی) کہتے رہے۔

لیکن وہ دوسری طرف اسرائیل و امریکا سے کھلے چھپے تعاون کی بھیک مانگتے رہے۔ ڈنمارک کی ایک جہاز راہ یونین نے انکشاف کیا تھا کہ ڈنمارک کا ایک جہاز عرصہ دراز سے ایران کے لئے اسرائیل سے امریکی اسلحے لانے میں مشغول ہے۔ اس کے بعد ہی خود اسرائیل نے اس تعاون کا پول کھول دیا تھا۔ اور شیطانِ اصغر روس سے لاشرعی دلاغرزی انقلاب کا مدد لیتے رہنا، اور فرانس و بریطانیہ وغیرہ سے تعاون حاصل کرنا ایک ایسا معاملہ ہے کہ اسے ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس سے اندازہ ہوا کہ امریکا اور فرانس اور بعض مرحلوں میں بریطانیا اور اسرائیل وغیرہ سے مورچہ آرائی کا مظاہرہ بھی جینی کے اسٹیج کردہ ڈراموں میں سے ایک تھا، جو خود نہیں طاقتوں کے اشارے سے رچا یا گیا تھا۔ تاکہ اسلام دشمنی اور عرب دشمنی کو فریب خوردہ نوجوانوں کی نظروں سے اوجھل رکھا جاسکے عجیب انت ایہا العالم و اعجب منہ خمینیات۔

سیریا کی بعضی واشتراکی حکومت کی ہم نوائی میں جینی نے اپنے شیعہ دہشت گردوں کو لبنانی سفینوں کے خلاف درغلایا، چنانچہ انھوں نے ہزاروں سفینوں کو تہ تیغ کیا۔ نیز لبنان میں مقیم فلسطینیوں کو موت کا جام پلایا اور ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ ان کی

ناکہ بندی کر کے بھوکوں مرنے اور کتے بلیوں اور انسانی لاشوں کو کھانے پر مجبور کر دیا۔
 ناظرین کرام خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ اسرائیل کی ہمنوائی اور حتی دوستی اور اسکے ساتھ
 عہد وفاداری کی پاسداری نہیں تو اور کیا تھا۔ نیز سیریا کی نصیری قیادتوں کو مدد لے کر
 ان کے ذریعہ وہاں کے ہزاروں سینیوں (بچوں، عورتوں، بوڑھوں) کو شہید کیا۔ غیر سنی اور
 غیر شیعہ خالص اسلامی انقلاب کے قائد نے ایران میں کسی سنی کو کوئی اہم فوجی منصب یا
 حکومت میں وزیر یا کوئی قابل ذکر سرکاری عہدہ نہیں دیا۔ تہران میں جہاں ہر گلی کوچہ
 میں شیعوں کی مسجدیں ہیں اور دیگر مذاہب کی عبادت گاہیں بھی موجود ہیں سنیوں کی ایک
 بھی مسجد نہیں، جبکہ وہ وہاں قابل ذکر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ اپنے پاسداران انقلاب
 کو مشرق و مغرب میں شیعیت کی تبلیغ کے لئے فوج در فوج بھیجا، ہر ملک کے ایرانی سفارت خانہ
 کی ساری توجہ صرف تشیع کے پروپیگنڈے پر مرکوز ہو کر رہ گئی۔ کتابچوں، اشتہارات اور علائق
 کی بارش کا گدلا بلکہ گندہ پانی اکثر ملکوں کے گلی کوچوں میں اتنا بھر گیا کہ پائینچا اٹھا کر جانے
 کے باوجود لوگوں کے دامن ملوث ہو گئے۔ ان میں صرف شیعیت کی دعوت اور انقلاب کی
 خوبیوں کا گن گایا گیا ہوتا۔ یا انقلاب کے عقلی و نفسیاتی و فکری و مذہبی مرد بیمار کی تعریف
 ہوا کرتی تھی۔

عراق کے خلاف جنگ کے سلسلہ میں صلاح کی بات چیت کے لئے وہ پیچ مقامی و بین الاقوامی
 اپیلوں کو رد کرتے رہے کہ وہ یا ان کا کوئی نمائندہ عراقیوں کے ساتھ براہ راست بیٹھ کر
 بات چیت کر کے قیدیوں کے تبادلے اور حتی طور پر پائدار فائر بندی اور دیگر مابہ النزاع
 امور کے سلسلہ میں کسی یقینی لائحہ عمل تک پہنچا جاسکے۔ کیونکہ ان کے خیال میں عراقی کافر
 تھے لیکن سیریا کے بعضی (خیال رہے کہ عراقی حکومت بھی بعضی ہے) ان کے نزدیک گو یا نمبر ایک
 مومن تھے کہ سارے عرب ملکوں میں صرف انھیں کے ساتھ یمن کے تعلقات روز بروز
 تادم مرگ مکمل طور پر استوار ہے، دوسری طرف وہ یرغالیوں اور دیگر مسائل میں

امریکیوں اور روسیوں کے ساتھ بخوشی بیٹھ سکتے تھے، گویا وہ اللہ کے صالح ترین بندے ہیں۔ یا اللہ حب!

خمینی کا سب سے غلط اقدام، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں موسم حج میں فتنہ و فساد اور سیاسی مارچ کرنا اور حاجیوں کو خوف زدہ کرنے، پُر امن باشندوں کی نیند حرام کرنے اور جاہلی و کافرانہ نعرہ لگانے کا عمل تھا، جس کا اسلام، حج اور اسلامی عبادتوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس سلسلہ کا سب سے بدترین مظاہرہ وہ تھا جو انھوں نے اپنے مجرم اور مشن یافتہ دہشت گردوں یعنی "پاسداران انقلاب" کے لوگوں کے ذریعہ شہداء کے حج کے موقع پر حرم اقدس میں کیا تھا۔ یہ پاسداران انقلاب اپنے ساتھ چھری، چاقو، آتش گیر مادہ اور دیگر طرح طرح کے ہلکے ہتھیار لائے ہوئے تھے۔ سعودی پولیس اور سکیورٹی والوں کو مجبوراً ان سے نمٹنا پڑا۔ ان کے فساد کے نتیجے میں کئی سو حجاج اور ایرانی آمادہ فساد لوگ مارے گئے۔ جو حجاج کی شکل میں فساد برپا کرنے کی خاطر آئے ہوئے تھے۔

یعنی شاہدوں اور دستاویزی رپورٹوں سے پتہ چلا کہ یہ مظاہرے امریکہ یا روس یا اسرائیل کے خلاف سٹور شرابہ یا زبانی نعرہ بازی نہیں، بلکہ حاجیوں اور سعودی عرب کے خلاف ایک مسلح کارروائی تھی۔ اس حقیقت کو اس دلیل سے بھی تقویت ملتی ہے کہ خمینی نے باقاعدہ اور عملی طور پر اور مسلسل حرمین کی خدمت سے سعودی حکومت کو جدا کرنے اور اسے بین الاقوامی کمیٹی کے سپرد کرنے کا نعرہ دیا۔ اور کوشش کی اس سعودی حکومت کے خلاف ساری مسلم دنیا میں رائے عامہ ہموار ہو جائے جو حرمین شریفین مقامات مقدسہ اور حجاج کرام کی خدمت پر دریادلی سے اتنا خرچ کر رہی ہے کہ دنیا کی ساری حکومتیں مل کر بھی اس حوصلہ کا ثبوت نہیں دے سکتیں۔ حرمین کے امن و امان کو تباہ کر کے یہ دلیل فراہم کرنی تھی کہ سعودی حکومت حاجیوں کی جان و مال کی حفاظت کرنے سے قاصر ہے۔ اور واقعہ خمینی نے اور ان کے انقلابی کل پرزوں اور کارندوں

نے یہ کہا بھی۔ دوسری طرف دنیا میں جگہ جگہ کانفرنسوں اور جلسوں میں جو حج سیمینار کے عنوان سے شیعوں نے کرائے، مطالبہ کیا گیا کہ حرمین کی تو لیت کسی نام نہاد بین الاقوامی مجلس کے سپرد کر دی جائے۔

حرم پاک کا المناک واقعہ عالمی اسلامی ضمیر کی گہرائی کو چھو گیا اور ساری دنیا کے مسلمانوں کے دلوں پر اس کی زبردست چوٹ محسوس ہوئی۔ اس واقعہ سے اسلام کے تئیں انتہا پسند، انقلابی، شیعہ اور یہودی دوست و صیہونی کارندہ اور اسلام اور اس کے نبی اور ان کے اصحاب کے دشمن خمینی کا سیاہ کینہ اور زہریلا بغض بخوبی واضح ہو گیا۔ اور اسلام کے خلاف رچائی جانوالی وہ سازش بھی آشکارا ہو گئی جس کو تیار کرنے میں دنیا کی طاقتیں خمینی کی شریک کار تھیں۔

اسی دن سے ان پر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی طرف سے لعنتوں کی بارش شروع ہو گئی، ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند ہونا شروع ہوئی، اور ان کا اور ان کے ابرار کا تمام مسلمانوں کی طرف سے عوامی حکومتی شخصی اور جماعتی سطح پر بائیکاٹ کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کلیہ سے اسلام کی طرف غلط طور پر منسوب بعض لوگ مستثنیٰ ہیں۔ بہر کیف خمینی اور اس کا ایران گوشہ نشینی پر مجبور ہوئے۔ ان کا سایہ سمٹنے، ان کا آخر زائل ہونے اور ان کا طلسم ٹوٹنے لگا۔ اور انکی آواز نپٹ ہوئی اور ان کی آگ بجھتی ہوئی پھل گئی۔ ان کے چھپے ہوئے عیوب، ان کا اصلی روپ اور ان کے کھمبے کے دانت، نظر آ گئے۔ ان کی آواز الگ تھلگ گنبد میں آواز لگانے والے اس شخص کی آواز بن کر رہ گئی جس کی بازگشت اس کے علاوہ کوئی نہیں سنا، اور انکی ساری اپیلوں، فرمانوں اور احکام کو عالم اسلام ایک پاگل کی ہرزہ سرائی سمجھنے لگا۔ اسی وقت عربی اور اسلامی حکومتیں نامراد جنگ کے سلسلہ میں عراق کا مزید ساتھ دینے لگیں اور عراق کی ہمنوائی کے کارواں سے الگ رہنے والے دیگر ممالک بھی آہیں

شریک ہو گئے۔ یہ اور بات ہے کہ اس مسئلہ میں بعض نامعقول قیادتوں کا رویہ دوسرا رہا۔ مگر انھیں جلد ہی خمینی کی طرح منہ کی کھانی پڑی اور ان کے ساتھ وہ بھی رسوا ہوئیں۔ اور جنگ بندی کے بعد شکست خوردہ فریق کے روایتی رویہ کے بموجب وہ چپ سادھنے پر مجبور ہوئیں۔ عراق کے ساتھ عربی اور اسلامی حکومتوں کا بڑھتا ہوا تعاون جنگ بندی پر ایرانیوں کے مجبور ہونے پر منتج ہوا۔ اور مغرور و استبداد پسند خمینی سلامتی کونسل کی قرار داد کو منظور کرنے پر مجبور ہوئے یا بقول خود زہر ہلاہل کا وہ گھونٹ پینے پر جس سے ان کی موت جلد واقع ہو گئی۔ اس طرح ایرانی عوام کی گلو خلاصی ہوئی اور ایران بہت ساری رسوائیوں اور جگ ہنسائیوں سے بچ گیا۔

روزِ اول سے ہی جس وقت کہ ایران میں انقلاب رونما ہوا۔ اور ابھی خمینی کے عقائد و کفریات کے سلسلہ میں عوام تو درکنار خواص بھی تفصیلات سے واقف نہ ہوئے تھے۔ برصغیر میں فراست ایما کی حامل سنی علمائے ان کی تائید اور ان کے نام نہاد ”اسلامی انقلاب“ کو سراہنے سے گریز کیا تھا، آخر شجہ جلد ہی اس ڈھول کا پول کھل گیا۔ دوسری طرف عالم اسلام کے بہت سے جلد باز اور جذباتی نوجوانوں اور برصغیر میں سنی مسلمانوں کی طرف منسوب اس لڑے نے جو صحابہ کا دشمن اور ایک نئے اسلام کا داعی ہے خمینی کا ساتھ دینے اور اس کی آواز سے آواز ملانے اور کسی مقصد یا بیماری کی وجہ سے اس کے انقلاب کو سراہنے اور اس کی دعوت دینے میں پہل کر گیا۔ اور اس سلسلہ میں سارے حدود و قیود کو پھاند کر اس درجہ جذباتی بن گیا کہ خمینی یا اس کے انقلاب کے سلسلہ میں کسی طرح کی تنقید یا اعتراض سننے کی ساری صلاحیت کھو بیٹھا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ خمینی کی سترار توں اور انقلاب کے خد و خال واضح ہو جانے کے بعد عالم اسلام اور عالم عرب کے بہت سے نوجوان ان کی تائید و حمایت سے جب دامن کش ہو گئے، تو خمینی صاحب نے انھیں شیاطین کے لقب سے سرفراز کیا۔

لیکن جس وقت خمینی چوراہے پر رسوا ہوئے اور اسلام کے لئے اپنی ناک و کفنی کا مظاہرہ شروع کیا۔ اپنے لوگوں کو دنیا کے گوشوں میں شیعیت کی تبلیغ کے لئے بھیجنا شروع کیا۔ اور پاسداران انقلاب کو انقلاب برآمد کرنے کی خدمت انجام دینے کے لئے ہر طرف پھیلا دیا اور سارے ملکوں میں دہشت گردوں کی تنظیم قائم کر دی، جس کی وجہ سے سنی علماء و مفکرین کو شیعہ مذہب خمینی اور انکی تحریروں کو از سر نو بغور مطالعہ کرنے کی تحریک ہوئی، اُس وقت برصغیر کے سنی علماء کی فراست ایمانی کی تصدیق ہو گئی، اور اس مطالعہ کے نتیجے میں سنی علماء و مصنفین کو خمینی، شیعیت اور امامت کے بارے میں اتنا کچھ معلوم ہو گیا کہ اگر خمینی کا تازہ فتنہ سامنے نہ آتا جس کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے سوا کچھ نہ تھا تو شاید اس تفصیل سے اتنا کچھ معلوم نہ ہو پاتا۔

اس مطالعہ سے معلوم ہوا کہ خمینی صاحب نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اصحاب کے دشمن، قرآن میں تحریف کے قائل اور صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں اور شروع سے اب تک سارے سنیوں پر صرف اس جرم کی پاداش میں لعن طعن کرتے ہیں کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عقیدت و احترام کا تعلق رکھتے اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار اور جاں نثار سمجھتے ہیں۔ اُس وقت برصغیر کی اس جماعت کی طرف سے خمینی کی بڑھ چڑھ کرتا نید و حمایت کا عقدہ کھلا جو خود صحابہ بلکہ انبیائے کرام اور سلف صالحین کے سلسلہ میں "ترقی یافتہ" اور "شائستہ انداز" میں وہی کچھ کہتی اور کرتی ہے جو خمینی اور اس کی شیعہ قوم کا عقیدہ ہے **وَسَيَعْلَمُونَ الْكَافِرُ يَتَظَلَّمُونَ** ۱۱ آئی منقلب یتقلبون۔

بھیلا بتائیے کہ اس طرح کے عقیدوں کے بعد ایک شخص کا اسلام کیسارہ جاتا ہے؟ اور پھر اس کی اسلامی جمہوریہ، اسلامی انقلاب اور اسلامی وحدت کے لغزوں کا کیا وزن

رہ جاتا ہے؟ اس کو تو اپنے اسلام کی خیر منانی چاہیے۔ ظاہر ہے کہ ان عقیدوں اور رویوں کے بعد اگر کوئی شخص خالص اسلام کا لغزہ یا اسلامی اتحاد کا راگ الاپتا ہے تو صرف فریب خوردہ اور مقصد پرستوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتا ہے۔

چونکہ انھوں نے اپنے انقلاب کو اسلامی اور اپنی حکومت کو اسلامی جمہوریہ کہا۔ اور باور کرایا کہ مذہبی قائدین ہی جن میں وہ خود سر فہرست ہیں ایران میں حکمرانی کرتے ہیں۔ دوسری طرف انھوں نے تشدد، دہشت گردی، مخالفین کا صفایا کرنے کا عمل شروع کیا۔ پڑوسی ملکوں سے ہلاکسی وجہ کے برسر پیکار رہے۔ اختلاف رائے کو کمیونسٹوں سے زیادہ شدت کے ساتھ بزدل طاقت دبا دیا۔ اور یہ سب کام اسلام کے نام پر اور مذہب کی دہائی دے کر کیا۔ اس لئے دشمنان اسلام نے لاشعوری طور (جو شاید صحیح نہ ہو) یا شعوری طور پر (اور یہی صحیح ہے) اسلام کو دہشت گردی، تشدد، زمانہ سے ہم آہنگ نہ رہنے اور حکومت و قیادت کی صلاحیت نہ رکھنے کی تہمت دی اور الزام لگایا کہ مذہبی قائدین بوسیدہ افکار و خیالات اور خشک عقل و خرد کے حامل ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ اسلام کے حق میں بہت بڑا جرم تھا۔ جینی حجاب چونکہ یہودی دوست اور صیہونی کارندہ تھے (بلکہ شیعیت، یہودیت کا ہی لگایا ہوا پولو د ہے) اس لئے انھوں نے اس جرم کا بال مقصد ارتکاب کیا اور دشمنوں کو فائدہ پہنچایا جو اسلام کے خلاف دلائل کا شکار کرتے رہتے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں چیونٹی کے منہ سے شکر جمع کرنے کے مسلسل عمل سے تھکتے اور نہ گھبراتے ہیں۔

ایران و عراقی جنگ کو طول دے کر فلسطینی کاز کے ساتھ کھلے اور چھپے طور پر دشمنی کر کے، اسرائیل کو دکھا کر اور چھپا کر تعاون دے کر اور عربی اور اسلامی طاقتوں کو غیر ضروری مسائل میں الجھا کر، جینی نے اسلامی کاز کو دیر پا اور دور رس اثرات

رکھنے والے نقصانات سے دوچار کیا۔ مثلاً قدس کا مسئلہ، مسجد اقصیٰ کی آزادی کا مسئلہ، فلسطینی انتفاضہ کے ساتھ مطلوبہ تعاون کا مسئلہ، افغانی تحریک جہاد کو نتیجہ خیز مدد دینے کا مسئلہ، لبنانی بحران کے حل کا مسئلہ جس کو خمینی نے مزید آگ دی اور پیچیدہ کیا۔ ان سب مسئلوں کو ذیلی بنانے بلکہ ان سے غافل کرنے کی کوشش کی۔ اس طرح انھوں نے عربوں کے مال کو بے کار ضائع کر دیا، جس کا فائدہ صرف اسلام دشمن اسلحہ ساز ملکوں کو پہنچا۔

اس جنگ میں انھوں نے اپنے بہت سے تازہ دم شیعہ جوانوں کو ضائع کیا۔ اور ان سے جنت کا وعدہ کر کے موت کی بھٹی میں جھونک دیا۔ گویا جنت بھی انکی منجملہ ملکیتوں میں سے ایک ہے، نیز ان کو دہشت گردی، جذباتیت، انتہا پسندی اور تشدد کی تعلیم کے ذریعہ ایسی تعمیری صلاحیت کے حصوں سے روک کر ضائع کیا، جس سے وہ زندگی جیے، وطن کی تعمیر، اپنی تربیت اور اقتصادیات کو سوارنے وغیرہ میں کام لے سکتے تھے۔ لیکن ان کے ضائع ہونے کا زیادہ غم نہیں کہ یہ لوگ اس مذہبی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے جو قرآن کی قائل ہے نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی، صحابہ کرام کا احترام کرتی ہے نہ اسلام کا، اور تاریخ اسلام اور احکام اسلام سے کھیل کرنا جس کا قومی مشغلہ ہے۔

لیکن اسنو سنا کہ بات یہ ہے کہ اس نے بہت سی سنی جوانوں کو ضائع کر دیا، جنہیں اس نے دام فریب میں لے لیا تھا، اور جن کو اس نے فتنہ و فساد اور ضلالت و گمراہی کا درس دیا، ان کی ذہنیت کو برباد کیا۔ ان کے فکر و نظر کے پیمانہ کو تبدیل کر دیا، بلکہ بعضوں کو اپنے فاسد دین میں داخل کر لیا۔ اور اپنے بیہودہ افکار و خیالات کا گردیدہ بنا لیا۔

ایران میں قیادت کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد سے موت کے وقت تک

نجینی صاحب، ایران اور بیرون ملک ہر جگہ، تشدد، انتہا پسندی، سیاسی عبادت اور قائدانہ حماقت کی علامت بنے رہے، اور اپنے غوام اور ان سارے بد قسمت لوگوں کے لئے دردِ مر اور زکام و کھانسی بنے رہے جن کو ان سے سابقہ پڑا اور قسمت نے ان کے ذریعہ ان کا امتحان لینا چاہا۔

میرا خیال ہے کہ ایرانی غوام نے عام طور پر، چاہے وہ کتنے ہی شیعہ فرقہ پرست اور اپنے قومی و مذہبی تنگ خول میں رہنے والے ہوں۔ اس بوڑھے استبدادی اور ظالم و جاہل بیمار کی موت سے چین کی سانس لی ہے۔ اور خیال ہے کہ اب جب کہ انقلاب کا قاندر چکا ہے، انقلاب کا لہر ان کے دماغ سے ایک نہ ایک دن اتر جائے گا۔ اور وہ ہوش میں آکر پڑوس میں رہنے کا سلیقہ اور موجودہ زمانہ کے ادب کے سامنے زندگی گزارنے کا طریقہ سیکھیں گے۔ اور اپنے قومی و مذہبی اور ناممقول فرقہ واریت، غلط انتساب اور روایتی شیعہ مبنی بر "تفتیہ" علاحدگی پسندی کے گھروندے سے باہر آنے کی کوشش کریں گے۔ کیا وہ ایسا کریں گے، ہمیں انتظار رہے گا۔